علامہ عبداللطیف رحمانیؒ کی تصنیف

''تاریخ القرآن'' - ایک مطالعہ

ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی
انچارج شعبہ علمی، اسلامک فقہ اکیڈمی، نئی دہلی

یہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم دنیا کے ایک بڑے خطہ میں آباد مسلمانوں کی ایک بنیادی مذہبی کتاب ہے، اور ایک ارب سے زیادہ افراد پر مشتمل قوم گاہے بگاہے اسے پڑھتی اور سنتی ہے، اس کتاب الٰہی کے مختلف گوشوں، پہلوؤں، صفات اور موضوعات کو ماہرین علوم قرآن اجاگر کرتے آئے ہیں، ان ہی میں سے ایک پہلو قرآن کی تدوین وترتیب کی تاریخ کا بھی ہے، اس موضوع پر عربی کے علاوہ اردو میں بھی کئی کتابیں لکھی جاچکی ہیں، مثلاً:

۱۔تدوین قرآن: مولانا مناظر احسن گیلانی، ناشر: مکتبہ البخاری کراچی، سن اشاعت: ۲۰۰۵، صفحات: ۱۳۶

۲۔علوم القرآن: مفتی محمد تقی عثمانی، ناشر: مکتبہ دار العلوم کراچی، سن اشاعت: ۱۴۱۵ھ، طبع جدید، صفحات: ۵۱۱

۳۔ جمع القرآن: علامہ تمنا عمادی مجیبی پھلواروی، ناشر: الرحمن پبلشنگ ٹرسٹ کراچی، سن اشاعت: اکتوبر ۱۹۹۴، طبع دوم، صفحات: ۴۲۴۔

۴۔ جمع وتدوین قرآن: ڈاکٹر حافظ محمد عبد القیوم، ناشر: الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، صفحات: ۳۸۳

۵۔ تاریخ قرآن: ڈاکٹر محمد حمید اللہ (یہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں دیا گیا پہلا لکچر ہے جو کتاب ''خطبات بہاولپور'' میں شامل ہے)، صفحات: ۵۵۔

۶۔ قرآن مجید کا تعارف: مولانا صدر الدین اصلاحی، ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، سن اشاعت: ۲۰۱۳، صفحات: ۱۴۵۔

۷۔ تاریخ القرآن: پروفیسر عبد الصمد صارم ازہری، ناشر: ادارہ علمیہ لاہور، سن اشاعت: ۱۹۶۳ء، طبع دوم، صفحات: ۲۵۰۔

۸۔ جمع وتدوین قرآن: مولانا سید صدیق حسن، ناشر: دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، صفحات: ۸۰۔

۹۔ تاریخ قرآن: مولانا قاری شریف احمد، ناشر: مکتبہ شریفیہ کراچی، طبع سوم، سن اشاعت: مارچ ۲۰۰۸ء،

صفحات: ۳۳۹۔

۱۰۔ تاریخ القرآن: سید نذیر الحق قادری، ناشر: حمیدیہ پریس دہلی، سن اشاعت: ۱۹۳۲ء، طبع دوم، صفحات: ۱۰۸

۱۱۔ تاریخ القرآن: پروفیسر محمد اسلم جیراجپوری، ناشر: مطبع فیض عام، علی گڑھ، سن اشاعت: ۱۹۲۲، طبع دوم، صفحات: ۱۲۸

۱۲۔ تاریخ المصاحف: مولانا حکیم محمد عبدالشکور مرزاپوری، ناشر: ادریس المطابع برقی پریس دہلی، صفحات: ۲۹

۱۳۔ تاریخ قرآن: مولانا عبدالقیوم ندوی، ناشر: محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب کراچی، صفحات: ۱۷۸۔

۱۴۔ تاریخ القرآن: مفتی عبداللطیف رحمانی، ناشر: پروگریسیو بکس لاہور، سن اشاعت: ۱۹۸۳ء/ ۱۴۰۳ھ، صفحات: ۱۴۴

یہ آخری کتاب ہی ہمارے مطالعہ کا محور ہے، اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۸۳ء ہمارے پیش نظر ہے، یہ کتاب چھوٹے سائز میں ۱۴۴/صفحات پر مشتمل ہے، تحریر خوشخط اور صفحات گل بوٹوں سے مزین اور جاذب نظر ہیں۔ شاہ ابوالخیر اکیڈمی دہلی نے اسے شائع کیا ہے، اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۱۹ء میں مصنف کی حیات میں ہی ۶۴/سال پہلے منظر عام پر آیا تھا، اس کے بعد یہ کتاب تقریبا نایاب ہوچکی تھی، پھر تلاش بسیار کے بعد شاہ ابوالخیر اکیڈمی دہلی نے اسے ۶۴/سال کے بعد شائع کر کے ایک اہم فریضہ ادا کیا، اس کے بارے میں شاہ ابوالحسن زید فاروقی نے لکھا ہے کہ:

> ”اگر یہ نایاب کتاب بار دیگر طبع ہوجائے تو دل کو نہایت مسرت حاصل ہوگی، جمع کلام الہی کے سلسلہ میں ایسی مختصر، جامع اور پُراز حقائق ودقائق شاید ہی کوئی دوسری کتاب ہو“۔

اس کتاب کی اہمیت پر مولانا ابوالکلام آزاد کے یہ الفاظ کافی ہوں گے کہ:

> ”محترم مصنف کو اسلامی علوم پر ایسا عبور ہے کہ عالم اسلام کے علماء جدید بھی شاید نہ سمجھتے ہوں، اس رسالہ میں انھوں نے قرآن عزیز کی تاریخی بحث علمی عدالت عالیہ میں اس انداز سے اٹھائی ہے جس طرح ایک باصلاحیت وکیل مخالف فریق کے ناپاک ارادوں پر وار کرے اور اس کے پُرفریب تخیل کے ہر پیچیدہ موڑ پر سخت گرفت کرے، اور اپنے مقدمہ کی تکمیل میں کوئی کسر نہ چھوڑے“۔(۱)

اس کتاب کی اہمیت کے تعلق سے ان دو اکابر کے اقتباسات نقل کرنے کے بعد اصل بحث کی طرف آتا ہوں کہ اصل کتاب صفحہ/۱۸ سے شروع ہوتی ہے، سب سے پہلے کتاب کا مقدمہ ”تمہید“ کے عنوان سے ۶/صفحات پر مشتمل ہے، اس میں مصنف کتاب نے دو امور پر خاص طور پر بحث کرنے کی بات کہی ہے: ایک تو یہ کہ قرآن کی

تدوین کے تعلق سے جو شبہات اور اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کا تجزیہ کریں گے، اور دوسرے یہ کہ وہ احادیث و آثار جن کی آڑ لے کر مخالفین اسلام قرآن کی تدوین کے تعلق سے شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ان روایات کا بھی علمی تجزیہ پیش کریں گے۔

جو اعتراضات وشبہات عام طور سے کئے جاتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یکجا نہیں ہوا تھا بلکہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یکجا کیا گیا تھا۔

۲۔ انجیل اور قرآن میں اس بات میں یکسانیت ہے کہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد جمع کیا گیا۔

۳۔ دو چار صحابہ کے علاوہ کوئی قرآن کا حافظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نہیں تھا۔

۴۔ قرآن کا بہت بڑا حصہ تلف ہو گیا، اس لئے کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا تھا، اور موجودہ قرآن ایک ہی حرف پر ہے۔

۵۔ قرآن کی بعض بڑی سورتیں مختصر کر دی گئیں۔

۶۔ بعض سورتیں قرآن سے نکال دی گئیں۔

۷۔ خلیفہ اول کے زمانہ میں بعض آیتیں لکھنے سے رہ گئیں جو خلیفہ سوم کے زمانہ میں لکھی گئیں۔

۸۔ قرآن کی آخری دو سورتیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرآن میں داخل نہیں، لہذا ان کا قرآن سے ہونا یقینی نہیں۔

۹۔ قرآن کی موجودہ ترتیب پر سبھوں کا اتفاق نہیں، اس لئے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور ابن سعد رضی اللہ عنہ کے قرآن کی ترتیب اس کے خلاف تھی۔

اس کے بعد مصنف کتاب لکھتے ہیں:

> اگر ہمارے پاس ایسی شہادتیں موجود ہوں جن سے پورے قرآن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لکھا جانا معلوم ہو یا دو چار کے سوا بہت سے حفاظ قرآن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں موجود ہونا ظاہر ہوتا ہو، اور اسی کے ساتھ وہ تمام شہادتیں جن کی وجہ سے یہ شبہات ہوتے ہیں، معتبر گواہوں کی ہوں تو ایسی حالت میں بھی قرآن میں اس قسم کے شبہات کی گنجائش ناممکن ہے۔(۲)

اس کے بعد ثبوت کے تعلق سے کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے یا کرتے ہوئے دیکھا ہے ان کے لئے کسی امر کے ثبوت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، البتہ جو لوگ اس شرف سے محروم ہیں ان کے لئے

ثبوت کی تین صورتیں ذکر کی ہیں:

۱۔ تواتر، یعنی اس قدر گواہوں کے بیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا یا کرنا ثابت ہو، جس کے بعد کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت متیقن اور قطعی ہو جائے۔

۲۔ آحاد، یعنی اس قدر گواہ نہ ہوں بلکہ دو ایک گواہوں سے ثابت ہو، اور ظاہر ہے کہ ایسے امور یقینی اور قطعی الثبوت نہیں ہو سکتے۔

۳۔ توارث وتعامل عامہ، یعنی وہ فعل وقول اس قسم کا ہو جس پر ہم نے تمام اپنے بڑوں کو عمل کرتے ہوئے یا کہتے ہوئے بلا کسی اختلاف کے دیکھا یا سنا ہو، یہاں تک کہ یہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو، جو امور اس طریقہ سے ثابت ہوں وہ بھی قطعی اور یقینی ہیں۔

اور اس ضمن میں کئی مثالیں پیش کی ہیں جیسے نماز وحج اور زکوۃ وغیرہ، اور کہا کہ قرآن کا سلسلہ متواتر ہے، اسی طرح انھوں نے واقعات کی دو قسمیں کی ہیں: عمومی اور خصوصی۔

واقعات عمومی: وہ ہیں جن کا ظہور منظر عام پر اس طرح سے نمایاں ہو کہ اس کا علم بلا کسی رکاوٹ کے ہر شخص کو ممکن ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر مطلع صاف ہو تو ایک دو کی شہادت چاند کے متعلق کافی ہے۔

واقعات خصوصی: وہ ہیں جو منظر عام پر اس طرح نمایاں نہ ہوں، اس طرح کے واقعات میں دو کی شہادت بھی کافی ہے۔

اور قرآن کو واقعات عمومی میں سے شمار کیا ہے، اور پھر اسی طرح واقعات کی جانچ پڑتال کے تنقیدی اصول پر بھی روشنی ڈالی ہے۔(۳)

اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس کے لئے عنوانات اور ذیلی عنوانات کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے جن میں کچھ اہم عنوانات اس طرح ہیں:

(۱) قرآن جن الفاظ اور ترتیب پر عہد نبی میں تھا اب تک ہے۔
(۲) قرآن کے تحفظ کا ثبوت مسلمانوں کی عملی زندگی سے۔
(۳) عہد نبوی میں ایسی چیز جس سے کاغذ کا کام لیا جاتا تھا۔
(۴) قرآن مجید سے قرطاس کا ثبوت
(۵) قرآن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیبات
(۶) امام وہی ہو سکتا ہے جس کو قرآن زیادہ یاد ہو
(۷) عہد نبوی کے ۳۷/ حافظوں کا مختصر حال

(۸) ابوموسی کی فوج میں ۳۰۰/ حافظ تھے

(۹) قرآن کی کتابت

(۱۰) عہد نبوی میں قرآن لکھا گیا یا نہیں

(۱۱) قراء سبعہ نے قرآن یاد کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تھا

(۱۲) عہد نبوی میں ناظرہ خواں بھی تھے

(۱۳) تمام سورتوں کی ترتیب وحی الہی سے ہے

(۱۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری دو ختم زید اور ابن مسعود کی موجودگی میں کئے

(۱۵) زید نے اپنا لکھا ہوا قرآن اسی آخری ختم کے وقت سنایا تھا

(۱۶) موجودہ قرآن اسی آخری ختم کی ترتیب پر ہے (اور اس تعلق سے مصنف نے ۹/ شہادتیں پیش کی ہیں)

(۱۷) ان روایتوں کی تنقیح جن سے شبہ ہوتا ہے

(۱۸) اشتباہ کی پہلی روایت

(۱۹) معوذتین قرآن سے خارج ہے؟

(۲۰) معوذتین سے متعلق ابن مسعود سے تین شخصوں کی روایت

(۲۱) اشتباہ کی دوسری روایت

(۲۲) سورتوں کی ترتیب صحابہ کی رائے پر ہوئی ہے؟

(۲۳) اشتباہ کی تیسری روایت

(۲۴) زہری کی حدیث کی سند

(۲۵) زہری کے بیان میں اختلاف ہے اور دوسری صحیح روایت کے خلاف ہے

(۲۶) عہد نبوی میں دس شخصوں نے پورا قرآن جمع کیا تھا

اس کتاب کے ۲۶۴/عنوانات وذیلی عنوانات میں صرف چند عنوانات کو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے، ان عنوانات کو میں نے صرف اس لئے پیش کیا ہے کہ اس کتاب کا ایک رخ یا ایک پہلو آپ کے سامنے آجائے۔اس طویل فہرست کو دیکھنے کے بعد میری اپنی رائے یہ ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ یہ عنوانات صاحب کتاب کی طرف سے نہیں قائم کئے گئے ہیں بلکہ بعد میں کسی نے ان عناوین کو مرتب کیا ہے، اس لئے کہ درمیان کتاب میں یہ عناوین درج نہیں ہیں بلکہ عبارات کو سامنے رکھ کر عناوین قائم کئے گئے ہیں، اور کتاب کے صفحات کے درمیان صرف ۳۵/عنوانات جلی حروف میں قائم کئے گئے ہیں۔

کتاب کی خصوصیت:

کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ شروع سے آخر تک کہیں بھی موضوع سے ہٹے نہیں ہیں اور اس کی بھر پور کوشش کی ہے کہ موضوع کے حدود اور دائرے میں رہیں، حتی کہ تمہید میں بھی قرآن کی تدوین و ترتیب سے متعلق ہی گفتگو کی ہے۔

مصنف کتاب نے کسی کلام یا کتاب کے یاد کرنے اور لکھنے اور محفوظ رکھنے کے چار اسباب بیان کئے ہیں:

۱۔ اس کے یاد کرنے میں کوئی مذہبی ثواب ہو اور مذہب کی طرف سے اس کی تاکید ہو۔

۲۔ کسی کتاب یا کلام کی یاد میں دنیاوی نفع کی امید دلائی جائے تو اس وجہ سے بھی وہ یاد کی جاتی ہے جیسے امتحان کی کتابوں کو یاد کرنا۔

۳۔ کسی کے متعلق دنیاوی ضرورت ہو یا اخلاقی یا مذہبی یعنی وہ قانون تمدن ہو یا مذہبی، تو اس کو بھی یاد کر لیتے ہیں اور اس کی نقلیں کرتے ہیں۔

۴۔ جو کلام نہایت عمدہ اور خوب ہو خصوصا جبکہ وہ زبان اور معنی دونوں کے حسن سے آراستہ ہو اور بلاغت و فصاحت کے اعلی زینہ پر ہو تو ایسا کلام بھی عام وخاص کی زبان پر ہوتا ہے۔

اور پھر لکھتے ہیں کہ جس کلام اور کتاب میں یہ چاروں باتیں جمع ہو جائیں تو کیا ان تمام وجوہ کا ایک جگہ جمع ہو جانا قرآن کے لکھنے اور یاد کرنے کے لئے روشن دلیل نہیں، اور کیا اتنے اسباب کے جاننے کے بعد بھی اس وقت میں قرآن کے لاکھوں حفاظ کے ہونے میں شبہ ہوسکتا ہے، اور کیا یہ قطعی نہیں کہ اس بہت زیادہ تعداد میں اس وقت نسخے ہوں گے۔(۴)

اس مقالہ کے شروع میں جو شبہات اور فہرست میں بعض عنوانات جو ذکر کی گئی ہیں ان پر صاحب کتاب نے بھر پور اور مفصل بحث کی ہے، احادیث و آثار اور عقلی انطباق کے ذریعہ اپنی رائے کو مدلل اور موثق بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی قرآن یکجا اور مدون و مرتب ہو چکا تھا اپنے اس قول کی تائید میں دسیوں حدیثیں پیش کی ہیں، جن میں سے ایک دلیل بخاری کی یہ روایت ہے:

عن انس قال: مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم و لم یجمع القرآن غیر اربعة: ابو الدرداء و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابو زید، قال: و نحن ورِثناه۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اور ان چار کے سوا کسی نے قرآن جمع نہیں کیا تھا: ابو الدرداء، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، ابوزید، اور ابوزید کے قرآن کا وارث میں ہوا (بخاری: فضائل القرآن)

اور صاحب کتاب نے اس حدیث کے تحت لفظی اور تشریحی بحث تو کی ہی ہے، اس کے علاوہ بھی روایتیں و آثار

ذکر کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی صحابہ ہیں جنھوں نے پورا قرآن لکھا تھا، مثلاً:

طبقات القراء للذہبی میں ہے کہ: جن صحابہ نے پورا قرآن یاد کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا وہ صحابہ کی ایک جماعت ہے جنھوں نے قرآن پڑھایا انھیں میں وہ سات قاری بھی ہیں جن کی سندوں سے لوگ قرآن پڑھتے ہیں، یعنی حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، اور حضرت ابوالدرداءؓ۔(۵)

تہذیب التہذیب (۵/ ۱۱۲) میں ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پورا قرآن لکھا تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں فلسطین بھیجا تھا کہ وہاں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں۔

اسی طرح حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی سرزمین میں قرآن لے جانے کی ممانعت فرمائی (بخاری: کتاب الجہاد)، اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ سفر کرتے وقت بھی قرآن ہمراہ لے جاتے تھے۔

الاتقان میں علامہ سیوطی نے مسند احمد اور سنن ابوداؤد سے نقل کیا ہے کہ طائف سے قبیلہ ثقیف جو مسلمان ہو گیا تھا آیا، اس میں ابوحذیفہ ثقفی بھی تھا، ان کا کہنا ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے معمول کے وقت سے باہر تشریف لانے میں تاخیر ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج اس وجہ سے تاخیر ہوئی کہ قرآن کا ورد روزانہ مجھ سے رہ گیا تھا اسی کو پڑھنے میں دیر ہوگئی، تب اس ثقفی نے صحابہ سے دریافت کیا کہ آپ لوگوں کا کیا معمول ہے؟ صحابہ نے کہا: اول روز تین سورت، پھر پانچ، پھر نو، پھر گیارہ، پھر تیرہ، پھر تمام مفصل یعنی ق سے آخر تک۔ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مرتب اور جمع ہو گیا تھا... اور جو ترتیب اس ورد میں بیان کی گئی ہے یہ بعینہ وہی ترتیب ہے جو قرآن کی آج بھی ہے۔(۶)

اسی طرح مصنف نے مختلف حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی بہت سے قرآن کے حافظ تھے، جن میں سے ۳۷/ صحابہ اور ۴/ صحابیات کا ذکر تفصیل سے کیا ہے، ہم ذیل میں صرف ان کے اسماء گرامی لکھے دیتے ہیں:

صحابہ: عبداللہ بن عمرو بن العاص، قیس بن صعصعہ، سعد بن المنذر بن اوس، عبداللہ بن عمر بن الخطاب، عقبہ بن عامر الجہنی، ابوالدرداء، تمیم داری، معاذ بن الحارث الانصاری، عبداللہ بن سائب، سلیمان بن ابی حشمہ، ابی بن کعب، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، سعد بن عبید بن نعمان انصاری، مسلمہ بن مخلد بن الصامت، عثمان بن عفان، عبد اللہ بن مسعود، سالم مولی ابی حذیفہ، ابوبکر الصدیق، علی بن ابی طالب، عمر بن الخطاب، طلحہ، سعد بن ابی وقاص، حذیفہ بن الیمان، ابوہریرہ، عبادہ بن الصامت، ابوحلیمہ معاذ، مجمع بن حارثہ، فضالہ بن عبید، ابوموسیٰ اشعری، عمرو بن العاص،

سعد بن عبادہ، عبداللہ بن عباس، ابوایوب انصاری، عبداللہ بن ذوالبجادین، عبید بن معاویہ بن زید بن ثابت، ابوزید رضی اللہ عنہم۔

صحابیات: عائشہ، حفصہ، ام سلمہ، ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہن۔(۷)

اسی طرح مصنف کتاب نے قرآن کی کتابت پر مختلف حوالوں سے تفصیلی گفتگو کی ہے اور الاستیعاب لابن عبد البر کے حوالے سے ایسے ۲۴/صحابہ کے نام لکھے ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے پڑھنے کا کام لیتے تھے جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

ابی بن کعب، زید بن ثابت، عبداللہ بن سعد، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، زبیر بن العوام، خالد، ابان، سعید، حنظلہ، علاء، خالد بن ولید، عبداللہ بن رواحہ، محمد بن مسلمۃ، عبداللہ بن عبداللہ بن سلول، مغیرہ بن شعبہ، عمرو بن العاص، معاویہ بن سفیان، جہم بن الصلت، معیقیب بن فاطمہ، شرجیل بن حسنہ، عبداللہ بن ارقم الزہری (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔(۸)

عہد نبوی میں ہی قرآن کے جمع اور مرتب ہوجانے سے متعلق مصنف کتاب نے ثبوت کے طور پر یہ دلیل بھی دی کہ آخری رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن دوبار ختم کئے اور اس میں ابن مسعود اور زید بن ثابت بھی برابر موجود رہے اور تمام وکمال قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، ابن قتیبہ نے ''المعارف'' میں زید بن ثابت کے احوال میں لکھا ہے:

> كان آخر عرض رسول الله صلى الله عليه وسلم القرآن على مصحفه و هو اقرب المصاحف من مصحفنا و قد كتب زيد لعمر بن الخطاب۔
>
> حضرت زید نے اخیر میں اپنا لکھا ہوا قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا اور زید کے اس قرآن کی ترتیب ہمارے قرآن کی تھی، اور زید نے حضرت عمر کے لئے بھی ایک قرآن لکھا تھا۔

صحیح بخاری کی کتاب فضائل القرآن کے باب ''کان جبریل یعارض القرآن'' میں ہے:

> عن فاطمة: أسر إلى النبي صلى الله عليه وسلم إن جبريل يعارضني بالقرآن كل سنة و إنه عارضني العام مرتين و لا أراه إلا حضر أجلي۔
>
> فاطمہ نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رازداری کے طور سے مجھ سے یہ فرمایا کہ جبریل ہر سال قرآن کا ایک بار مجھ سے دور کرتے تھے مگر امسال دوبار کیا، اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ آفتاب نبوت غروب ہوا چاہتا ہے۔

جس ترتیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے اس آخر وقت میں دور کیا تھا وہی ترتیب قرآن کی آج تک مسلمانوں میں اور تمام اہل اسلام اس پر متفق ہیں۔(۹)

اسی طرح عہد نبوی میں قرآن کے جمع ہونے میں ایک اشتباہ یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ جنگ یمامہ میں قراء شہید

ہو گئے تھے،لیکن صاحب کتاب نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ مشہور قراء میں سے سالم مولی ابی حذیفہ کے سوا کوئی قاری اس جنگ میں شہید نہیں ہوا،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد میں چار شخصوں کو تعلیم قرآن کی اجازت دی تھی اورلوگوں سے فرمایا تھا کہ ان چار سے قرآن پڑھیں: ابن مسعودؓ،سالم مولی ابی حذیفہؓ،معاذ بن جبلؓ،ابیؓ بن کعبؓ،جن میں سے سالم شہید ہوئے اور تین موجود تھے۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہی قرآن کو جمع کیا تھا اس پر انھوں نے بخاری کی یہ روایت ذکر کی ہے:

قال:سألت انس بن مالک رضی اللہ عنه لک جمع القرآن علی عهد النبی صلی اللہ علیه وسلم؟ قال:أربعة کلهم من الانصار:ابی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابو زید (بخاری، فضائل القرآن)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں انصار سے چار نے قرآن جمع کیا تھا: ابی،معاذ،زید،اورابوزید۔

ازالۃ الخفاء(۲/ ۲۷۳)میں شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں:

> جمع کرد قرآن را بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وترتیب دادہ بود آنرا لیکن تقدیر مساعد شیوع آن نشد،
>
> **أخرج ابو عمرو عن محمد بن کعب القرظی قال:کان ممن جمع القرآن علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وهو حی،عثمان بن عفان و علی بن أبی طالب و عبد اللہ بن مسعود من المهاجرین و سالم مولی أبی حذیفة۔**
>
> حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں قرآن کو ترتیب سے جمع کیا تھا،لیکن اس کی اشاعت نہ ہوئی۔محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن جمع کرنے والوں میں عثمان،علی،ابن مسعود،ابوحذیفہ بھی ہیں۔(۱۰)

بہرحال تمام اعتراضات وشبہات کا جواب کتاب کے مصنف نے تفصیلی اور مدلل دیا ہے،البتہ چند باتیں قابل غور ہیں:

۱۔ مصنف نے جن احادیث پر کلام کیا ہے ان پر دوبارہ غور کرنے کی ضرورت ہے اوران احادیث پر دوسرے علماء ومحدثین کی آراء اوراقوال بھی پیش نظر ہوں۔

۲۔ احادیث وآثار کی مکمل تخریج کی ضرورت ہے۔

۳۔ قرآن کی تدوین وترتیب کی تاریخ پر جس تحقیقی انداز سے یہ کتاب لکھی گئی ہے اسے عمومی استفادہ کی غرض

سے عام کرنے کی ضرورت ہے۔

۴۔ اس کتاب کو عربی و انگریزی میں لائے جانے کی ضرورت ہے کہ جن حضرات کی طرف سے قرآن پر اعتراضات کئے جاتے ہیں ان تک پہنچ سکے، اور اس لئے بھی کہ دنیا کو یہ معلوم ہو سکے کہ ہندستان میں بھی صاحب بصیرت اور اجتہادی کام کرنے والے افراد موجود ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مصنف نے اپنی بات کو تاریخی حیثیت اور احادیث و آثار سے مدلل کر کے اس طرح پیش کیا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا فلسفی اور علم تاریخ کا ماہر بھی اسے رد نہیں کر سکتا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے بقول مصنف کا دماغ علم و دانش کا مخزن ہے، کتاب کے انداز نگارش سے یہ نکتہ بھی صاف صاف نمایاں ہے کہ وہ مہینوں لگاتار اس عنوان پر عمیق مطالعہ کے ساتھ ساتھ مطالعہ کرتے رہے ہیں، آگے لکھتے ہیں کہ ایک ایک سطر شہادت دے رہی ہے کہ جو کچھ پیش کیا گیا ہے ایماندارانہ طور پر پیش کیا گیا ہے۔

مصنف کا مختصر تعارف:

مفتی عبداللطیف رحمانیؒ کا تاریخی نام محمد منظور ہے۔ افضل گڑھ ضلع بجنور میں ۱۸۷۱ء/ ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ایک مدت تک اپنے والد کے ساتھ سنبھل میں رہے اس لئے سنبھلی بھی کہلاتے ہیں، مولانا احمد حسن کانپوری اور مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، مولانا لطف اللہ صاحب سے پڑھنے کے بعد مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے بیعت ہوئے، اور حضرت مولانا سے حدیث مسلسل بالاولیہ حدیث الرحمۃ سنی اور حدیث شریف کی اجازت عامہ حاصل کی، مولانا موصوف کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بھی حدیث کی اجازت حاصل تھی، گنج مرادآبادی کی وفات کے بعد مفتی صاحب مولانا سید محمد علی مونگیری کی صحبت سے فیضیاب ہونے لگے۔

ابتداء میں آپ نے مئو ضلع رائے بریلی میں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر آپ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مفتی مقرر ہوئے، اور جب ندوہ نے دارالعلوم کی بنیاد ڈالی تو آپ فروری ۱۸۹۹ء/ شوال ۱۳۱۶ھ میں اس کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۳۲۴ھ میں مولانا سید محمد علی مونگیری کے ہمراہ حج کے لئے گئے اور پھر مکہ مکرمہ میں مولانا مونگیری کے اشارے پر اور مدرسہ صولتیہ کے مہتمم کے اصرار پر مدرسہ میں دو سال تک درس دیا۔ وہاں سے واپسی پر خانقاہ رحمانیہ مونگیر بہار میں قیام کیا اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے، اور پھر ایک عرصہ بعد ۱۹۱۷ء/ ۱۳۳۵ھ میں آپ کا تقرر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے شعبہ دینیات میں ہوا، اور آپ نے عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ دونوں میں صدر و پروفیسر شعبہ دینیات کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔

تالیفات:

۱۔ تذکرہ اعظم (امام ابوحنیفہ کے حالات میں)، یہ کتاب سن ۱۹۱۴ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔

۲۔ تاریخ القرآن (یہ کتاب پہلی بار ۱۹۱۹ء میں اور دوسری بار ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی)۔

۳۔ صرف لطیف (طبع ۱۹۲۱ء)

۴۔ نحو لطیف (طبع ۱۹۲۱ء)

۵۔ مبادئ علم منطق

یہ تینوں کتابیں عثمانیہ یونیورسٹی میں تدریس کے زمانے میں یونیورسٹی کے طلبہ کے لئے لکھیں۔

۶۔ الشرح اللطیف (یہ ترمذی کی شرح ہے اور اب تک مخطوطہ ہے)

۷۔ لطف الباری (یہ تراجم صحیح بخاری کی شرح ہے اور اب تک مخطوطہ ہے)

مولانا مرحوم کا انتقال ۱۰/ دسمبر ۱۹۵۹ء مطابق ۹/ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ میں ہوا، اور علی گڑھ میں مدفون ہوئے (۱۱)

☆☆☆

مراجع وماخذ:

۱۔ الجامع الصحیح: محمد بن اسماعیل البخاری، ناشر: دار الشعب قاهره، طبع اول، سن اشاعت: ۱۹۸۷ء/۱۴۰۷ھ۔

۲۔ سنن ابو داؤد: أبو داود سليمان بن الاشعث السجستانی، ناشر: دار الكتاب العربي-بيروت۔

۳۔ كنز العمال فی سنن الاقوال والافعال: علاء الدين علي بن حسام الدين المتقي، تحقيق: بكري حياني/ صفوة السقا، ناشر: مؤسسة الرسالة، طبع پنجم، 1401ھ/1981ء۔

۴۔ فتح الباري شرح صحيح البخاري: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني، ناشر: دار المعرفة

۵۔ الاتقان فی علوم القرآن: جلال الدين السيوطی، تحقيق: محمد ابو الفضل ابراهيم، ناشر: وزارة الشؤون الاسلاميه والاوقاف والدعوة والارشاد، سعودی عرب، سن اشاعت: ۱۴۲۶ھ۔

۶۔ إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء: شاه ولي الله دهلوي، تصحيح ومراجعه: سيد جمال الدين هروي

۷۔ تهذيب التهذيب: ابن حجر عسقلانی، ناشر: دار الفكر بيروت، سن اشاعت: ۱۹۸۴ء مطابق ۱۴۰۴ھ

۸۔ المعارف: أبو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبه الدينوري، تحقيق: ثروت عكاشه، ناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب، قاهره، طبع دوم، ۱۹۹۲ء۔

۹۔الاستیعاب في معرفة الأصحاب: أبو عمر یوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر، تحقیق: علي محمد البجاوي، ناشر: مکتبة نهضة مصر، قاهره، ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء۔

۱۰۔مفتاح السعادة و مصباح السیادة فی موضوعات العلوم: احمد بن مصطفی طاش کبری زاده، ناشر: دار الکتب العلمیة بیروت، طبع اول، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵۔

۱۱۔تذکرة الحفاظ: محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی، دراسة و تحقیق: زکریا عمیرات، ناشر: دار الکتب العلمیة بیروت، طبع اول، ۱۹۹۸ء/۱۴۱۹ھ۔

۱۲۔الطبقات الکبری: محمد بن سعد أبو عبد الله البصري، تحقیق: إحسان عباس، ناشر: دار صادر، بیروت، طبع اول، 1968ء۔

۱۳۔طبقات القراء: شمس الدین الذهبی، تحقیق: ڈاکٹر احمد خان، ناشر: مرکز الملک فیصل للدراسات و البحوث الاسلامیه، طبع اول، سن اشاعت: ۱۹۹۷ء/۱۴۱۸ھ۔

۱۴۔تاریخ الخلفاء: عبد الرحمن بن أبي بکر السیوطي، تحقیق: محمد محي الدین عبد الحمید، ناشر: مطبعة السعادة، مصر، طبع اول، ۱۹۵۲ء/۱۳۷۱ھ۔

۱۵۔تاریخ القرآن: مفتی عبداللطیف رحمانی، ناشر: شاہ ابوالخیر اکیڈمی، دہلی، طبع دوم، ۱۹۸۳ء۔

حوالہ جات:

۱۔رحمانی، عبداللطیف، تاریخ القرآن، صفحہ: ۱۶، ناشر: شاہ ابوالخیر اکیڈمی، دہلی، سن اشاعت: ۱۹۸۳ء، طبع دوم۔

۲۔حوالہ بالا،ص ۱۹۔

۳۔دیکھئے: حوالہ بالا، ص ۱۹۔۲۳۔

۴۔حوالہ بالا،ص ۴۶۔

۵۔حوالہ بالا،ص ۶۹۔۷۰۔

۶۔حوالہ بالا،ص ۷۲۔۷۳۔

۷۔حوالہ بالا،ص ۴۸۔۵۳۔

۸۔حوالہ بالا،ص ۵۹۔

۹۔حوالہ بالا،ص ۸۹۔

۱۰۔حوالہ بالا،ص ۱۱۶۔۱۱۷۔

۱۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: حوالہ بالا، ص ۱۲۔۱۵۔